***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Foundational Principles and Defining Characteristics of Citizenship in Islamic Law: An Analytical Study within the Framework of Islamic Teachings

اسلامی قانون شہریت کے بنیادی اصول اور خصوصیات

(اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ)

Ms. Asma Noreen
Lecturer, MS. Scholar Islamic Studies, Department of Ismaic Studies, Bahria University Islamabad
asm81875@gmail.com
Dr. Syed Muhammad Shahid Tirmazi
Associate Professor, Head of the Department, Bahria University Islamabad
Ghulam Sakina
MS. Scholar Islamic Studies, Department of Ismaic Studies, Bahria University Islamabad

Abstract

This article explains the concepts of Islamic citizenship and modern citizenship. In the Islamic system, citizenship is primarily based on faith and loyalty to the state. It divides citizens into two groups: Muslims and non-Muslims (Dhimmis). Muslims are responsible for managing and defending the state, while non-Muslim citizens are guaranteed full protection for their religion, culture, life, and property. In contrast, modern citizenship is based on territory and the constitution, treating all individuals as equal regardless of their background. Despite these differences, both systems share common core goals, such as upholding justice, respecting human dignity, and ensuring social welfare. The article highlights the Charter of Madinah as a foundational historical model. Through this document, Prophet Muhammad (PBUH) united Muslims and other tribes into a "political nation," establishing clear rights and duties for non-Muslims as protected citizens. Finally, the golden Islamic principle that "there is no compulsion in religion" ensures that non-Muslims have the freedom to practice their own faith and follow their own personal laws.

Keywords: *Islamic Citizenship, Modern Citizenship, Charter of Madinah (Misaq al-Madinah), rights of Minorities, Social Justice and Equality.*

اللہ کا پسندیدہ ترین دین، اسلام قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہے اور اس کی طرف راستے کو واضح کرنے والی ہستی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو اور ہر عمل چاہے اس کا تعلق معاشرت سے ہو، سیاسیات سے ہو یا معاشیات سے ہو، ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے اور اسی پر چل کر دنیاوی اور اخروی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ایک نئے اسلامی ریاستی ڈھانچے کی بنیاد رکھی یہ وہ وقت تھا جب مکہ کے مہاجرین کی بھی ایک بڑی تعداد نے بے سر و سامانی کی حالت میں مدینہ کی طرف ہجرت کی تو رسول امین ﷺ کو ایک دم سے کئی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا جن میں سر دست اس وقت باہر (مکہ) سے آنے والی بڑی تعداد کی رہائش اور ان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا مسئلہ، وہاں رہنے والے مختلف لوگوں کے ساتھ تعلقات کا مسئلہ اور ایک اسلامی ریاست قائم ہونے کی صورت میں مہاجرین اور مدینہ میں رہنے والے مختلف مذاہب کے حقوق اور حیثیت کا تعین کرنا تھا اس کے ساتھ ساتھ دشمن کی سازشوں سے اہل ایمان کی حفاظت اور ان کا دفاع بھی کرنا تھا۔

عصر حاضر میں جب مختلف وجوہات کی بنا پر اقوام اور افراد اپنے علاقے سے دوسری ریاستوں میں جا کر سکونت اختیار کرتے ہیں تو ان کو اور میزبان حکومت کو جو شہریت، حقوق اور پناہ کے مسائل پیش آئے ہیں موجودہ بین الاقوامی قانون ابھی تک ان مسائل کو عدل سے حل کرنے سے قاصر ہے جب کہ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے جس طرح ان مسائل کو حل کیا رہتی دنیا تک کے لیے اس کی مثال باقی ہے مہاجرین کی آبادی کے مسئلے کو تو آپ ﷺ نے ایمانی رشتے کے تحت مؤاخات کے ذریعے حل کیا اور باقی اہل مدینہ کے معاملات کے حل کے لیے آپ ﷺ نے ایک ایسا قانون تشکیل دیا جس کو میثاق مدینہ اور آج انسانی حقوق کا چارٹر بھی کہا جاتا ہے جس کے تحت تمام اہل مدینہ کی شہریت اور حقوق و فرائض کو واضح کیا گیا۔

شہریت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

شہریت کے لیے اکثر لاطینی زبان کا لفظ "civics" استعمال ہوتا ہے جس کے معنی "شہری" ہیں اور انگریزی میں "citizen" ہیں اور عربی میں اس کے لیے "مدن" اور اردو میں "شہریت" بولا جاتا ہے

مدنٌ کا لغوی معنی ہے:

١ـمدّنَ،تمديناً:١ـالمدنَ،بناها۔ ٢ـه ـنقلهُ إلى حالة الرقيّ والحضارة۔[1]

یعنی شہر تعمیر کرنا، ترقی اور تہذیب کی طرف نقل مکانی کرنا

مصباح اللغات میں اس کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

مدن: اردو کے لفظ 'مدینہ' کی جمع ہے جس کا معنی ہے 'شہر'

مدّن:مدوناً بالمکان: اقامت کرنا۔المدینة: شہر میں آنا اور اس سے پھر مدّنَ، المدائن: شہر آباد کرنا۔[2]

شہریت: اس سے لفظ "شہری" ماخوذ ہے یعنی جو شہر سے منسوب ہو، شہر کا باشندہ ہو، (شہ ،رِی،یَت) شہر کا باشندہ ہونے کی حالت، جمہوری حقوق، کسی ملک کا شہری ہونا۔[3]

نور اللغات میں بھی اسکا معنی کچھ اسی طرح ہے:

شہریت: (عربی قاعدے سے تائے مصدری اضافہ کرکے بنالیا گیا ہے)، دہقان سے ہے یعنی دہقانیت کا نقیض۔[4]

"الفرائد الدریہ" میں شہریت کا معنی ہے:

مدَنَ، مدوناً: to come to a town, تمدّنَ: to civilize, تمدّنَ: to become civilized, تمدّن:[5] social state, civilized

اس کے علاوہ ایک انگریزی۔ عربی کی لغت میں اس کا معنی ہے:

Civics: علم التربية المدنية (دراسة البلدياتوالحجومات المحلية وحقوق المواطنين وواجباتهم)[6]

---

1 جبران مسعود، الرائد معجم لغویٌ عصریٌ، ص۱۳۴۹

2 ابو الفضل، عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، ص ۶۸۳

3 فیروز الدین، الحاج، مولوی، فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۶۴)، ص ۸۰۵

4 نور الحسن کاکوروی، نور اللغات، (کراچی: جنرل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۹)، ج ۳، ص ۴۰۰

5 J. g. Hava. الفرائد الدریہ، عربی انگلیزی (بیروت: کیتھولک پریس (۱۹۹۴ء)، ص ۱۲۷

6 محمد بدوی، قاموس آکسفورد المحیط، (بیروت، لبنان: اکادیمیا، ۱۹۹۶ء) ص ۱۹۳

Citizen: حضريّ: من سكن المدينة

ان تمام معنی و مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے شہریت (Citizenship) کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ شہریت دراصل کسی ریاست کے قانونی رکن ہونے کا حق ہے، جس کے تحت شہری کو مخصوص مراعات اور حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

اسلامی قانون شہریت کے بنیادی اصول اور خصوصیات

رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ کا پیغام اہل مکہ تک پہنچایا تو انہوں نے آپ ﷺ کے خلاف معاندانہ رویہ رکھا جس کی وجہ سے وہ حق قبول کرنے سے قاصر رہے مگر آپ ﷺ نے بھی اپنے اس مشن کو عالمگیر بنانا تھا تو آپ ﷺ مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے کام کو استقامت سے کرتے رہے آپ ﷺ نے دعوت کے اس سلسلے کو مکہ سے باہر نکل کر وادی طائف تک پہنچایا مگر وہاں بھی بہت رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا پھر بھی آپ ﷺ اپنی تبلیغ کا کام اسی روانی سے کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ مکہ آنے والے حاجیوں اور دوسرے قبائل کو اپنا پیغام دینے لگے جن کی تعداد لگ بھگ پندرہ ملتی ہے آخر میں مدینہ سے آنے والے گروہ نے اسلام کی حقانیت کو پہچانا اور آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور اپنی مدد کا وعدہ کا ہر صورت میں یقین دلایا اور آپ ﷺ کی بیعت قبول کی۔

ادھر اہل مکہ کی ریشہ دوانیاں جب اپنی انتہا کو چھونے لگیں تو آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم آگیا اور آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف رخ کیا، اب جب آپ ﷺ یہاں مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں تو اب تک وہی قبائلی جاہلی نظام رائج ہے اور اوس و خزرج کے درمیان جنگ و جدل کا میدان یہود نے گرم کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے دونوں میں کوئی سربراہ بھی نہ تھا اور کوئی مذہبی یا مرکزی شہری نظام بھی موجود نہیں تھا تو ان حالات میں آپ ﷺ نے ان کو اکٹھا کیا تو ان لوگوں نے مشترکہ طور پر آپ ﷺ کو ہی اپنے معاملات پر حاکم تسلیم کیا کیوں کہ ان میں سے کسی ایک کو سربراہی دی جاتی تو دوسرا فریق اسے قبول نہ کرتا آپ ﷺ نے اس وقت بڑے چیلنجز کو قبول کر کے نہایت حکمت عملی سے ان کو حل کیا اور میثاق مدینہ کے نام سے ایک معاہدہ کیا جس میں آپ ﷺ نے وہاں موجود تمام لوگوں یعنی مسلمانوں کے دونوں گروہوں (انصار اور مہاجرین) اور مقامی باشندوں کی حیثیت کا تعین کیا، مہاجرین کے رہنے سہنے کا انتظام کیا اور وہاں کے غیر مسلم عربوں اور یہودیوں سے سمجھوتے کے لیے ایک معاہدہ (میثاق مدینہ) کیا اور شہر کی سیاسی تنظیم اور دشمن کے مقابلے کے لیے فوجی مدافعت کا بھی اہتمام کیا۔[7]

آپ ﷺ کا یہ تاریخی معاہدہ نہ صرف اسی وقت مرتب کیا گیا بلکہ جیسے جیسے ملک کے قوانین اللہ وحی کے ذریعے بھیجتا ان کو تحریراً جمع کیا جاتا رہا۔ آپ ﷺ کی یہ ہجرت عصر حاضر کی شہریت (citizenship) کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے اور معاہدہ بین الاقوامی چارٹر کا درجہ رکھتا ہے اس میں مادیت کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی بلکہ آپ ﷺ نے سیاست میں اخلاقیات کو داخل کیا، اصل اقتدار اعلیٰ اللہ کی ذات کو قرار دیا، لوگوں کو ایک وحدت کا عملی پیغام دیا نیز معاہدے میں ان کو عدل و انصاف سے حقوق دینے، شہریت اور پناہ دینے کے واضح احکام موجود ہیں۔

"علم السیر" کا تعارف

شہریت کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرنے سے پہلے "علم السیر" کی اصطلاح کی وضاحت ضروری ہے۔ جب سے اولاد آدمؑ نے جداگانہ قبائل اور خاندانوں کی شکل میں رہنا شروع کیا ان کے تعلقات خیر اور شر کی بنیاد پر بنتے بگڑتے رہے پھر ان کا تعلق اپنے علاقوں سے باہر نکل کر دوسری ریاستوں اور سلطنتوں سے جنگ و امن، صلح و معاہدے، پناہ اور امان، لین دین، تجارت کے معاملات کی صورت بڑھتا گیا تو حکومتوں نے اپنی اپنی مصلحت کے تحت اس صورتحال کے مطابق ان مسائل کے حل کے لیے باقاعدہ بین الاقوامی اصولوں کو مرتب کر لیا مگر کسی بھی قوم کے کوئی

---

[7] محمد حمید اللہ، اسلامی ریاست، عہد رسالت کے طرز عمل سے استشہاد، (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۴ء) ص ۲۱

با قاعدہ اصول وضوابط ہمیں نہیں ملتے۔ ایسے میں اسلام کا عالمگیر پیغام جب آیا اور رسول اللہ ﷺ نے ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جس میں دستور مدینہ جیسا صحیفہ قلمبند کیا گیا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ مسائل کے حل رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی میں تحریر کے مدارج طے کرتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں اب قرآن کریم اور پیغمبر رسالت ﷺ کی سنت اور تعامل صحابہؓ سے باقاعدہ ایسے مسائل کا حل پہلی صدی ہجری کے اواخر سے ہی اسلامی فقہ کی مختلف اصطلاحات کی شکل میں مدون ملتا ہے۔ جیسے ادب القاضی، بین الاقوامی قانون، علم السیر، دیوانی قانون وغیرہ[8]۔ آغاز میں تو اس علم کا تعلق سیرت النبی ﷺ اور علم مغازی سے تھا اور جلد ہی یہ الگ شناخت حاصل کر گیا۔ اس پر دوسری صدی کے آغاز میں ہی امام زید بن علی بن حسینؒ (المتوفی ۱۲۰ھ) کی "کتاب المجموع" مرتب شدہ ملتی ہے۔

علم السیر کے بارے میں سب سے اہم تعریف امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) کی ہے جن کے مطابق:

"سیر اسلامی فقہ کا وہ شعبہ ہے جو کفار و مشرکین، بر سر جنگ دشمنوں، معاہدوں، مستامنین، اہل ذمہ، مرتدین اور باغیوں سے مسلمانوں کے روابط اور تعلقات کے احکام اور بیان اور منظم کرتا ہے"[9]

اس کے بعد دوسری صدی کے وسط تک تو امام ابو حنیفہ، امام اوزاعی، امام ابو یوسف، علامہ واقدی کی تحریریں آج بھی ملتی ہیں ان میں آج کے مغربی مصنفین بھی جس کو مؤسس اول قرار دیتے ہیں وہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی ہیں جن کی "السیر الصغیر" اور "السیر الکبیر" اپنے موضوع کی جامع ترین کتب ہیں، ان کے مباحث میں دنیا کے ممالک کی تقسیم، دار الاسلام، دار الحرب، دار الکفر، دار الصلح اور دار العھد کی اصطلاحات سے متعلق بحث موجود ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان حکمرانوں کے آپس کے تعلقات کے علاوہ اسلامی ریاست کے اندر اور باہر کے غیر مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت، حقوق و مراعات، غیر مسلم غیر ملکیوں کے معاملات جیسے ویزا، امان، سفارت، تجارت کو بہت واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے نیز اس میں اسلام کے بنیادی ماخذ یعنی قرآن، سنت رسول ﷺ، اجماع، قیاس، اجتہاد سے احکام کو مدون کیا گیا ہے۔

اسلام کے نظریہ قومیت کی بنیاد

موجودہ قومیت کا تصور اسلامی نظریہ قومیت سے بہت مختلف ہے۔ اسلام کا نظریہ قومیت مذہبی بنیادوں پر ہے جس میں اقتدار اعلیٰ اللہ کی ذات ہے اور اس کی بنائی گئی کائنات میں اسکا نظام (اسلام) چلانے کے لیے اس کے رسول کو ماننا ایمان کا حصہ ہے اور اس کے بتائے گئے عدل و تقویٰ کی بنیاد پر بنائے گئے نظام کو پھیلانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اس نظام کا تعلق کسی خاص علاقے، کسی جغرافیائی حدود، رنگ، نسل کے انسان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ تمام انسانیت کے لیے ایک جیسے اصول وضع کرتا ہے اور تمام انسانیت کو ان کے حقوق دیتا ہے۔ مسلمانوں کی پانچوں ضروریات کے تحفظ کے ساتھ غیر مسلم ذمیوں کے بھی تحفظ کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ ان کو مذہبی آزادی دی گئی ہے اور جبر واکراہ سے منع کیا گیا ہے۔

اسلام کا نظریہ شہریت

اسلامی تعلیمات میں تاریخی طور پر اگرچہ "شہریت" کے لیے کوئی مخصوص لفظ موجود نہیں، تاہم قریبی اصطلاحات جیسے "امت، مقیم، مہاجرین و انصار، اہل ذمہ، امان، صلح نامے، معاہدے" جیسے الفاظ ملتے ہیں جو ہر فرد کو ریاست سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں شہریت (Citizenship) کا معیار نسل، رنگ، قوم یا وطن نہیں بلکہ ایمان، معاہدہ اور ذمہ داری ہے۔ جب ایک مسلمان کسی دوسرے ملک میں جائے یا

[8] محمود احمد غازی، خطبات بہاولپور، اسلام کا قانون بین الممالک، ص ۲،۱

[9] "حوالہ بالا"، ص ۳

کوئی غیر مسلم اسلامی ملک میں آئے تو اس کے معاملات موجودہ بین الاقوامی قوانین کے private international laws میں conflict of laws کے تحت زیر بحث آتے ہیں اور ابو الاعلیٰ مودودی[10]، علامہ یوسف القرضاوی اور فہمی ہویدیٰ کے مطابق:

"اسلامی مملکت کی شہریت ہر اس شخص کو دی جاسکتی ہے جو ظلم کی ہر قسم سے دور ہو کر ریاست کی فرماں برداری کا عہد کرے اور شہریت کے ملنے کی خواہش رکھتا ہو"[11]

اسلامی قانون میں شہریت کے اصول

اسلام ایسا دین ہے جو نسلی، زبانی، جغرافیائی حدودوں سے الگ ہے اس کی اپنی الگ پہچان ہے جس کی بنیاد ایمان ہے۔

پہلا اصول:

اسلام کی بنیاد ایمان اور توحید پر ہے اس بنا پر اگر ایک قومیت رکھنے والا شخص دوسرے ملک جا کر ان کی قومیت اختیار کرنا چاہے اور انکا تمدن اپنانا چاہے تو اس کے لیے اس کو صرف نظریہ اسلام کو قبول کرنا ہو گا، جدید دور کی طرح اسے کوئی مخصوص مدت پوری کرنے، زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں بس مسلمان ہونے سے اس پر جو ذمہ داریاں لاگو ہوتی ہیں وہ پوری کرنی ہوں گی تو اسے ایک شہری کے تمام حقوق حاصل ہو جائیں گے اس کے لیے آج کے مطابق مسلم علاقے میں رہنے کی پابندی بھی ضروری نہیں ہے جیسے ہجرت کے ابتدائی سالوں میں کیا گیا تھا کہ اسلام قبول کرنے کے ساتھ مدینہ ہجرت کرنا لازم تھا۔[12]

دوسرا اصول:

دوسرا اصول یہ ہے کہ مسلمان اپنے مرکز سے جڑ کر اپنی طاقت کو بڑھائیں یعنی ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد اسلامی ملک میں رہ کر اپنی طاقت کو بڑھائے جیسے مدینہ کی طرف ہجرت لازم تھی[13] کیوں کہ اس وقت بھی مدینہ کی آبادی میں مسلم کمیونٹی کی طاقت بڑھانے کی ضرورت تھی اور اگر مسلمانوں کی طاقت اگر بکھری تو کمزور ہونے کا خدشہ ہے اس لیے جتنی اجتماعی طاقت زیادہ ہو گی اتنا مخالفین کا مقابلہ آسانی سے کر سکیں گے اس لیے مدینہ آکر رہنے والوں کے رہنے سہنے کا پورا انتظام کیا جاتا تھا، بیت المال سے مہاجرین کی کفالت کے لیے مدد کی جاتی تھی ان کو نہ صرف سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا جاتا بلکہ ان کی رہائش، روٹی، کپڑا، مکان کی ذمہ داری بھی اسلامی حکومت کی ہوتی تھی پھر ان میں رشتہ مواخات قائم کیا گیا تھا تو مزید آسانی ہو گئی بلکہ اس کے علاوہ بھی صاحب ثروت انصاری کو کہا جاتا کہ وہ مہاجر کی رہائش کا انتظام اپنے ساتھ کر لے یا ان کو مدینہ سے باہر بستی بنائی گئی تھی جب تک مناسب بندوبست نہ ہوتا ان کو وہاں ٹھہرایا جاتا تھا ان کے لیے وہاں جو کمرے بنائے جاتے وہ تین ہوتے اور کچن مشترکہ ہوتا تھا بعد میں یہود کی غداری سے جب ان کو جلاوطن کیا گیا اور مزید فتوحات ہونے سے جگہ میں وسعت آئی تو بڑی حد تک رہنے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا پھر یہ لوگ معدنیات، کاشتکاری کر کے اپنی گزر بسر کر لیتے تھے۔ اور کم و بیش سات سال کی مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا آخر کار فتح مکہ کے بعد اسلام کے غلبے کے ساتھ مدینہ آکر رہنے کی شرط ختم کر دی گئی کہ اب ہر جگہ اسلامی حکومت، ماحول اور نظام قائم ہو گیا تھا تو اس کی ضرورت نہیں رہی کہ وہاں سے ہجرت کی جائے سوائے اس کے کہ جو لوگ حصول علم کے لیے آتے رہیں۔

---

[10] ان کا پورا نام سید ابو الاعلیٰ بن سید احمد حسن مودودی ہے۔ (۱۹۰۳ء تا ۱۹۷۹ء) آپ برصغیر کے ممتاز مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن، صاحبِ قلم محقق، اور تحریکِ اسلامی کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں (سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ترجمان القرآن، ۱۹۴۹ء) ج ۱، ص ۱۳

[11] راشد غنوشی، حقوق شہریت، ص ۳۱

[12] محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۲۶۸

[13] "حوالہ بالا"

اسلامی اجتماعیت کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس سے دین کے فتنہ کا شکار ہونے کا ڈر کم ہو جاتا ہے جو اہل کفر کی دلی تمنا ہوتی ہے اس کے علاوہ کسی اسلامی ملک میں رہ کر اسلامی اصول، تہذیب سیکھنا بہ نسبت غیر اسلامی ملک کے آسان ہے۔

تیسرا اصول:

اسی طرح جب زیادہ لوگ اسلام قبول کرتے یا کوئی پورا قبیلہ اسلام لے آتا ان کو مدینہ آنے کے بجائے وہیں اپنے علاقے میں رہنے کی تلقین کی جاتی کہ اسلامی سلطنت کی حدود وسیع ہوں اور کفار پر بھی دھاک بیٹھی رہے پھر ان لوگوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جاتا تھا جیسے قبیلہ مزینہ اور قبیلہ اسلم کی مثال ہے اور ان کو وہیں رہنے پر ہی مہاجرین کی طرح کے اجر کی خوش خبری دی جاتی تھی۔

چوتھا اصول:

پہلے پہل یہ ہوتا تھا کہ جو شخص بھی دارالاسلام میں شہری ہوتا تھا اسے دوسرے اسلامی ملک جا کر فوراً ہی وہیں کی شہریت خود بخود مل جاتی تھی جیسے آج اسرائیلی قوم بالقوۃ کسی بھی یہودی کو کو اپنا شہری تسلیم کر لیتی ہے اور اسے مکمل حقوق دیے جاتے ہیں ایسے مسلمانوں میں بھی ہوتا تھا مگر اس کے لیے کچھ شرائط لاگو ہوتی تھیں جیسے دار الحرب میں رہنے والا مسلم جس نے دار الاسلام کی شہریت نہ لی ہوئی ہو وہ کم از کم ایک سال دار الاسلام میں رہے تو اسے شہریت ملے گی بلکہ بعض فقہاء نے تو پندرہ دن کی مدت بھی کافی قرار دی ہے جیسے مقیم کے لیے احکام ہیں۔

اس پر اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے وہی ذمہ داریاں لاگو ہو جائیں گی جو وہاں کے شہریوں کی ہیں[14] یا وہ دوسرے ملک جا کر اس ملک کے شہری ہونے کا اعلان ہی کر دیتا تھا تو اس پر ہی اسے وہاں کا شہری مان لیا جاتا تھا اور اس ملک کے حقوق و فرائض اس پر لاگو ہو جاتے تھے جس میں جان، مال اور عزت کا سب سے پہلے تحفظ ملتا تھا۔ اس سلسلے میں موجودہ قوانین کے تحت ویزا کے جو معاملات ہیں فقہائے کرام نے ان کو 'امان' کے تحت قلمبند کر کے اصول وضع کیے ہیں۔

پانچواں اصول:

جب کسی غیر مسلم کو اسلامی ریاست میں شہریت دی جاتی تو اس سے مختصر سی رقم پر مبنی جزیہ لیا جاتا تھا وہ بھی اگر اسلام قبول کر لے یا اس کی معاشی طاقت نہ ہو تو ساقط کر دیا جاتا تھا۔ جزیہ لینے کے لیے جائے مسلمانوں میں یہ طریقہ پہلے سے رائج ہے کہ وہ عریفوں اور نقیبوں کی نگرانی میں وصول کیا جائے آج اس کا اعزاز بھی اہل مغرب خود کو دیتے ہیں کہ انہوں نے متعارف کرایا ہے کہ ٹیکس جس سے لیا جائے اس پر نگران ہوں حالاں کہ مسلمانوں میں یہ اصول پہلے سے ہی ایک قانون بن چکا تھا۔

اسلامی قانون میں شہریت کی صورتیں

اسلامی ریاست میں دو ہی طرح کے شہری ہیں:

۱۔ **حقیقی شہری:** وہ لوگ جو مسلمان ہیں اور وہیں مستقل رہتے ہیں۔

۲۔ عارضی شہری:

وہ غیر مسلم مستامن، معاہد، ذمی جو عارضی طور پر آکر مسلم ملک میں رہنے لگ گئے ایسے میں اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ایک سال کی شرط بھی ختم ہو جائے گی اور شہری بھی تسلیم کیا جائے گا لیکن اگر وہ مسلمان نہیں بھی ہوتا تو وہ ذمی کے درجے پر ہے اس کی حفاظت اسلامی ریاست کی ذمہ داری

---

14 محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۲۶۹

ہو گی حتیٰ کہ دارالحرب اس کی واپسی کا مطالبہ کرے تو بھی حکومت کو اس کی حفاظت کرنی ہو گی جیسا کہ اس بارے میں اسلامی قانون کا حکم ہے کہ " المسلمون عند شروطهم"[15]

اسی طرح مستامن کے بارے میں یہ بھی حکم ہے کہ اس کے بدلے اگر دارالحرب میں قید مسلمان کے تبادلہ کی پیشکش بھی ہو تو نہیں مانی جائے گی جب تک کہ مستامن خود نہ جانا چاہے اور اگر وہ خود جانا چاہے تو بدلے میں قیدی چھڑوانے کی بات کی جاسکتی ہے۔اور مستامن کے ساتھ اس کے بیوی بچوں کو بھی مطالبہ کرنے پر امان دی جائے گی۔

اسلامی قانون میں شہری کے حقوق اور تحفظات

ایک اسلامی ریاست میں رہنے والوں کو ان کی ریاست مختلف طرح کے تحفظات دیتی ہے جن کا تذکرہ درج ذیل ہے:

ا۔تحفظ جان:

سب سے پہلا تحفظ یا حق جو ہر شہری کو اسلامی ریاست میں حاصل ہوتا ہے وہ "حفاظت جان" کا ہے چاہے وہ غیر مسلم ہی ہو اور یہ اس وقت تک ہے جب تک وہ دار الاسلام میں ہے۔اور اگر وہ دار الحرب میں رہتا ہے تو چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو اس کو یہ تحفظ اور ولایت اسلامی ریاست سے نہیں ملے گی۔البتہ اگر کسی مسلم اقلیت پر ظلم ہو رہا ہو یا ان کو مذہبی آزادی نہ مل رہی ہو وہ مدد طلب کریں تو انکی مدد ریاست کی ذمہ داری ہے اگر اس غیر مسلم ریاست سے معاہدہ نہ ہوا ہو ورنہ اس صورت میں عہد نبھانا ہو گا اس بارے میں سورۃ انفال میں واضح احکامات بیان کیے گئے ہیں۔[16]

۲۔تحفظ مال:

دوسرا تحفظ "مال" کا ہے وہ یہ کہ شہری کے مال کی حفاظت ریاست کا حق ہے، وہ کوئی ایسی حدود نہیں لگا سکتی جو احکام شریعت کے خلاف ہوں۔

۳۔تحفظ آزادی:

تیسرا بڑا حق شخصی طور پر "آزادی" ہے کوئی اسے غلام نہیں بنا سکتا۔اسے ریاست میں آنے جانے، سفر کرنے، اپنے اور اولاد کے مستقبل کے تعین میں، تعلیم اور کوئی بھی پیشہ اختیار کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے بس ایسا کوئی کام نہ ہو جو اسلامی حدود سے نہ ٹکراتا ہو۔

۴۔مساوات:

چوتھا حق جو ہر شہری کو حاصل ہے وہ "مساوات" کا ہے یعنی اسلام سب لوگوں کے لیے چاہے وہ عام ہو یا خاص، ایک طرح کے قوانین کا قائل ہے وہ موجودہ دور کے مغربی قانون کی طرح عدالت سے حکمرانوں، سرکاری ملازموں کو مستثنیٰ قرار نہیں دیتا بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ مسلم بادشاہ بھی عدالت میں جواب دہ ہوتے تھے۔

۵۔کفالت:

پانچواں بڑا حق ہر شہری کو "کفالت" کا ہے یعنی جو بھی مسلم یا غیر مسلم ہو اگر وہ اسلامی ریاست میں مقیم ہے یا عارضی بھی آتا ہے تو ریاست اس کی کفیل ہے بلکہ کوئی مستامن بھی آتا ہے تو ذمی کی طرح اسے جان، مال، عزت کا تحفظ حاصل ہو گا[17]

---

[15] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد (ریاض: دار السلام ۱۹۹۹) کتاب الأقضية ،باب في الصلح، ح ۳۵۹۴

[16] الانفال: ۷۲

[17] ابو یوسف، کتاب الخراج، (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۵ء)، ص ۱۲۵

اسلامی قانون میں کفالت سے مراد یہ ہے کہ اسلامی ریاست اپنی حدود میں رہنے والے ہر فرد کی نگہداشت، تحفظ اور بنیادی ضروریات کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ یہ حق صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ غیر مسلم شہری (ذمی) اور عارضی طور پر آنے والے غیر مسلم (مستامن) بھی اس میں شامل ہیں۔

فقہائے اسلام کے نزدیک جس شخص کو اسلامی ریاست میں امان (security) حاصل ہو جائے، اس کی جان، مال اور عزت شرعاً محفوظ ہو جاتی ہے، اور ان کی حفاظت ریاست کی قانونی و شرعی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ اسی بنا پر مستامن کو قیام کی مدت تک وہی تحفظ حاصل ہوتا ہے جو ذمی کو حاصل ہے، اگرچہ ان دونوں کے قانونی درجے میں فرق ہوتا ہے۔

کفالت کا تصور صرف جسمانی تحفظ تک محدود نہیں بلکہ اس میں ظلم سے بچاؤ، عدل کی فراہمی، اور ضرورت مند افراد کی معاشی سرپرستی بھی شامل ہے۔ خلافتِ راشدہ خصوصاً حضرت عمرؓ کے دور میں غیر مسلموں کی مالی کفالت کے واقعات اس اصول کی عملی مثال ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفالت اسلامی ریاست کے نظامِ حکمرانی کا ایک بنیادی ستون ہے

اسلامی قانون میں شہری کے فرائض

اسلامی شہریت صرف حقوق نہیں بلکہ فرائض پر بھی مبنی ہے جس میں ریاست کی اطاعت، دشمن کے خلاف دفاع وغیرہ شامل ہے۔ جیسے معاہدہ مدینہ میں ریاست کا دفاع سب کی مشترکہ ذمہ داری تھی رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ حتمی مانا گیا اور سب کو یہ بتا دیا گیا کہ بیرونی حملے میں مسلمان اور تمام لوگ جو معاہدے میں شامل ہیں مل کر لڑیں گے اور جو بھی معاہدے میں مشرک شامل ہے وہ سب لوگ مدینہ کے اجتماعی دفاع کے ذمہ دار ہوں گے ان میں سے کوئی بھی کوئی بھی مشرکین مکہ کو جانی یا مالی پناہ نہیں دے گا نہ مسلمانوں کے خلاف کوئی مزاحمت کرے گا، ہر کوئی امن و معاہدہ کا احترام کرے گا ان تمام حقوق کو لینے والے شہری پر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں جیسے اسلامی قانون کی بالادستی کو قبول کرکے اسکی اطاعت کرنا اس میں حکمران اگر کوئی غیر شرعی بات کرے تو خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ غیر مسلم کے لیے لازم ہے کہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنی مالی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ جزیہ، خراج اور تجارتی ٹیکس بھی ادا کریں۔

ریاست میں اطاعت اور اسلامی نظام قائم کرنا ایک دینی ذمہ داری ہے ذمہ داریوں کی ادائیگی کے حوالے سے قرآن میں آتا ہے:

”یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا“[18]

”ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لاؤ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو، یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے“

اس کے علاوہ یہ امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے:

” کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔ وَ لَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ۔مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔“[19]

”(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں“

---

[18] النساء:۵۹

[19] اٰل عمران:۱۱۰

شہریت کی منسوخی کی شرائط

اسلام میں شہریت دو طرح سے منسوخ ہو سکتی ہے:

ایک ارتداد یعنی وہ شہری کوئی اور مذہب اختیار کر لے تو اس کے حقوق معطل ہو جائیں گے[20] اور دوسرا کسی کا دار الاسلام کو چھوڑ کر دار الحرب کی شہریت اختیار کرنا[21] جیسے سورۃ الممتحنہ میں ہجرت کے لیے آنے والی عورتوں کے ایمان کی چھان پھٹک کرنے کو کہا گیا ہے غیر مسلم البتہ اگر دار الحرب میں جا کر بس جائے یا گروہ کے ساتھ مل کر بغاوت کر دے یا ایک سال تک جزیہ کا انکار کرے تو اس کی شہریت ختم ہو جائے گی اس کو شہری حقوق نہیں دیے جائیں گے[22]

اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے لیکن اگر وہ اکیلا ایسا کرتا ہے یا کوئی غیر شرعی کام کرے تو اسے سزا دی جائے گی مگر اسے شہری حقوق دینے یا نہ دینے کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں کوئی اس بارے میں کہتا ہے کہ اس کی شہریت منسوخ ہو جائے گی اور کسی کے نزدیک نہیں۔

ایسے ہی معاہد کا معاملہ ہے اگر وہ شرط کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کی شہریت اور معاہدہ منسوخ کرنے کا حکمران کو اختیار ہو گا۔ امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں بہت وضاحت سے غیر مسلم سے معاہدے کی شرائط کو بھی بیان کیا ہے[23] مثلاً اس کا جزیہ کی ادائیگی سے انکار، کسی مسلمان خاتون کی عزت سے کھیلنا، دشمن کے لیے جاسوسی کرنا، اسلامی شعائر کی توہین اور اپنے کفریہ عقائد کا اظہار کرنا، اسلامی قوانین کا انکار کرنا، مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوششیں کرنا یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے اس کی شہریت منسوخ کر دی جائے گی اور اگر وہ اہل کتاب سے مشرک بن جاتا ہے یا مشرک سے اہل کتاب بنتا ہے تو اس کے لیے شہریت کی الگ الگ شرائط ہیں۔

ذمی کے بارے میں امام شافعی کی ایک الگ تقسیم ہے وہ ذمی صرف اس کو قرار دیتے ہیں جس کا مذہب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھا باقی کو وہ شہریت دینے کے قائل نہیں[24] جیسے سکھ اور قادیانی وغیرہ مگر اس بات پر ان کے اپنے فقہاء میں اختلاف ہے دوسری طرف امام ابو حنیفہ کی رائے زیادہ مستند تسلیم کی جاتی ہے جس کے تحت جیسے تمام مسلم ایک امت ہیں کیوں کہ ان کے عقائد، نظریات اور ثقافت ایک ہے اسی طرح اسلام سے ہٹ کر تمام اہل کفر ایک ملت ہیں (الکفر ملة واحدة) یعنی اسلام سے ہٹ کر ایک الگ نظریہ پر ہیں تو ان کی شہریت ذمی کی حیثیت سے تسلیم کی جائے گی ان کو اقلیت ہونے کی وجہ سے اپنی مذہبی عدالتیں قائم کرنے کی بھی اجازت دی گئی جیسے مدینہ میں یہود کو اور ہندوستان میں ہندوؤں کو یہ حق حاصل تھا ایسے ہی اب بھی اگر ذمی اور غیر مسلم کافر میں اختلاف ہو جائے تو ان کی صوابدید کے مطابق ان کی عدالت سے فیصلہ کیا جائے گا ایسے میں اگر وہ اسلامی عدالت سے رجوع کریں تو اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ان کو وہی حقوق دیے جائیں گے اور ان سے یکساں سلوک کیا جائے گا۔

اسلامی قانون شہریت کی خصوصیات:

اسلام امن اور سلامت کا دین ہے۔ اسلامی ریاست میں اقامت اور شہریت کو اللہ امن اور تحفظ سے جوڑتے ہیں کیوں کہ امن اور سکون سے رہنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

---

20 ابن قدامہ، المغنی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۵ء)، ج۹، ص ۱۸۔۲۰

21 امام سرخسی، المبسوط (بیروت: دار المعرفة، ۱۴۰۶ھ)، ج ۱۰، ص ۱۴۴

22 ابو یوسف، کتاب الخراج، قاہرہ: دار المعرفة، ۱۹۷۹)، ص ۷۴۔۷۶

23 امام شافعی، الام، ، (بیروت: دار الوفاء، ۲۰۰۱ء)، ج ۴، ص ۲۱۸۔۲۲۰

24 امام شافعی، الام، ج ۴، ص ۲۲۵۔۲۲۷

”وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“[25]

”کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابعدار بن جائیں تو ہم تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں۔ کیا ہم نے انھیں امن وامان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے“

تمام انبیاء علیہم السلام کی مخاطب ان کی قومیں ہی تھیں، لیکن انہوں نے وطن اور رنگ و نسل کی بنیاد پر کوئی مستقل سیاسی وحدت قائم نہیں کی بلکہ دین کی بنیاد پر ریاستیں قائم کیں جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام کی حکومتیں اور خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی حکومت اسلامی تاریخ میں شہریت کا اولین ماڈل "مدینہ کی ریاست" تھی جس کی بنیاد "صحیفۂ مدینہ" پر رکھی گئی، جسے "میثاق مدینہ" بھی کہا جاتا ہے۔ اسکو بطور "آئین" مرتب کیا گیا جس میں تمام شہریوں (مسلمان و غیر مسلم) کے حقوق و فرائض واضح کیے گئے ان اصولوں کا مختصراً تذکرہ ذیل میں دیا گیا ہے۔

ا۔ ایمان اور امت کی بنیاد:

اسلامی شہریت کا سب سے پہلا اصول ایمان ہے۔ قرآن نے مہاجرین اور انصار کو ایمان کی بدولت "امت واحدہ" قرار دیا اور اس کے لیے ہجرت کے بعد رسول کریم ﷺ کا مواخات کا عمل ایک درخشندہ عمل ہے جس میں مہاجرین کی مدد اور آبادکاری انصار پر لازم کی گئی اور کہا گیا کہ کسی شہری کو بے گھر یا بے سہارا نہیں چھوڑا جائے گا نیز اسلامی ریاست کی آمدنی ان کے کاموں میں ہی خرچ کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ جن قبائل کو اپنے ہی مساکن میں ٹھہرنے کو کہا گیا تھا ان کا بھی پورا خیال کیا جاتا تھا کہ کہیں مالی طور پر کمزور تو نہیں کہ حریف کے معاشی دباؤ سے مرتد ہونے کا ڈر ہو۔ اور جو لوگ معاشی استحکام رکھتے تھے ان کو تو غیر مسلم رشتہ داروں سے قطع تعلقی کا حکم تھا، اس کے علاوہ اسلامی معاشرے میں فرد کی شناخت، اس کی دینی وابستگی اور عملی ذمہ داریوں کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ درحقیقت مواخات سماجی و معاشی انصاف کی شاندار مثال ہے جس مین مہاجرین کی کفالت، رہائش اور معاشی انضمام کو بطور اسلامی اصول بیان کیا گیا، مہاجرین کو زمین، کاروبار اور رہائش فراہم کی گئی تاکہ وہ نئے ماحول میں آباد ہو سکیں۔ مواخات کا یہ معاہدہ آج کے Citizenship Law اور Refugee Settlement کی بنیاد فراہم کرتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے مہاجرین کو قانونی تحفظ اور برابر کے شہری حقوق ملے یہ تصور آج کی Modern Citizenship کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔[26]

اسلام کے بارے میں ایک غلط تصور پایا جاتا ہے کہ وہ ایک امت یا ایک قوم کا تصور دیتا ہے اور باقی لوگوں کو اپنا ماتحت سمجھتا ہے اور ان کی اپنی کوئی خود مختار حیثیت نہیں تسلیم کرتا اگر یہ بات درست ہوتی تو آپ ﷺ اسلامی ریاست میں کبھی اہل ذمہ کو اتنی مراعات اور حقوق نہ دیتے نہ ان کی حفاظت فرماتے۔ درست بات تو یہ ہے کہ اسلام بہت وسیع النظر مذہب ہے وہ تو دوسرے غیر مخالف مذاہب اور ریاستوں کو بھی اگر وہ امن کے ساتھ رہنا چاہیں کھلے دل سے قبول کرتا ہے بلکہ ان کے ساتھ نیکی کی تلقین کرتا ہے لیکن اگر مخالف غیر مسلم ہو تو ان کے ساتھ امن سے نہیں چلا جا سکتا یعنی جو اسلام دشمنی پر مائل ہو تو اس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

---

[25] القصص:۵۷

[26] Hamidullah, *The Prophet's Establishing a State and His Succession*,(Islamabad: Pakistan hijraa.councel,1988) peg.93

’’لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ-اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْۚ-وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ-‘‘[27]

’’اللہ تمہیں ان لوگوں سے احسان کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر (تمہارے مخالفین کی) مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں۔‘‘

۲۔ انسانی حقوق کی ضمانت:

اسلام ہر انسانی جان کی حرمت، حفاظت کا درس دیتا ہے اس کے لیے کسی ذات، رنگ، نسل یا مذہب کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر انسانی جان کی حفاظت کا ذمہ دار اسلامی ملک کو قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’من قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا[28]

’’جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا‘‘

اسلام میں جہاں ایک مسلمان کی جان، عزت و عصمت کی حرمت ہے ایسے ہی اسلام کسی غیر مسلم کی بلا وجہ جان بلا وجہ لینے سے بھی منع کرتا ہے سوائے اس کے کہ وہ دین اسلام یا اس کے پیروکاروں کی مخالفت سے باز نہ آرہا ہو قرآن میں ناحق قتل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارکہ ہے:

’’وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا‘‘ [29]

’’اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک اس کی مدد ہونی ہے۔‘‘

۳۔ عدل و مساوات:

اسلام میں شہریت کا ایک اور اہم ترین اصول عدل اور مساوات ہے۔ اس سے پہلے عربوں میں عدلیہ کے ادارے تو تھے مگر قانون سازی کا کوئی باقاعدہ ادارہ نہ تھا عکاظ کے میلے میں بھی مقدمات کے فیصلے سنائے جاتے تھے ابو سفیان کا نام بھی اپنے زمانے میں ’’حکم ‘‘مشہور تھا۔ قبل از اسلام بھی عربوں میں بھی کچھ منصف فطرت موجود تھے جو خیر پر قائم تھے اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے تھے۔ ان کے عدل کی ایک ادنیٰ سی مثال مکہ میں ہونے والے حلف الفضول کی ہے جس کو آپ ﷺ نے نبوت کے بعد بھی پسند فرمایا پھر جب دعوت حق آگئی تو اس میں ہر شخص کے حقوق کی حفاظت اور عدل و مساوات کا پیغام مل گیا آپ ﷺ جب مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو یہاں لوگوں کے متفرق گروہ آباد تھے جن میں یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین سب شامل تھے ان میں وحدت کے بجائے جنگ و جدل عروج پر تھا یہاں تک کہ خود میں سے امیر پر متفق

---

27 الممتحنہ:۹،۸

28 المائدہ:۳۲

29 الاسراء:۳۳

ہونے کے بجائے انہوں نے آپ ﷺ کو ہی اپنے فیصلوں کا حاکم بھی قرار دے دیا تو آپ ﷺ نے بھی عدل وانصاف کی اعلیٰ مثال قائم کر دی۔

عدل اسلام کا وصف ہے اور اس کا حکم اللہ نے قرآن میں بھی واضح الفاظ میں دیا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

"و إذا حَكمتم بَينَ النّاسِ أن تَحكُموا بِالعَدل۔"[30]

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل قائم کرو"۔

اسی طرح ایک اور جگہ حضرت داوٗدؑ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو ان کو بھی حق کے ساتھ فیصلے کرنے اور عدل کی تلقین کی گئی۔ اللہ کا ارشاد ہے:

"يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ"

"اے داوٗد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر"(ص"۲۶")

ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے میثاق مدینہ میں باقاعدہ شہریت، پناہ، کفالت (sponsorship) کے بھی اصول وضوابط متعین کیے گئے ان کو نہ صرف شہریت کا حق دیا گیا بلکہ چند شرائط طے کی گئیں جن کے تحت معاہدے میں شامل سب لوگوں کے لیے آئین کی پابندی کو لازم کیا گیا۔ عدلیہ، قانون سازی اور تنازعات کے حل کے اصول قرآن و سنت کی روشنی میں وضع کیے گئے مگر اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے فیصلے ان کی شریعتوں کے مطابق کرنے کی آزادی دی گئی وہاں مستقل رہنے والے شہریوں اور عارضی پناہ لینے والوں کی بھی جان مال اور عزت کی بھی مکمل حفاظت اور امان کے خیال رکھنے کا وعدہ کیا گیا جتنی دیت کسی مسلمان کے قتل ہونے پر ہوتی ہے اتنی ہی غیر مسلم کی بھی قرار دی اور جن لوگوں سے عہد کا تعلق قائم ہوا ان کو ناحق قتل کرنے پر جنت کی خوشبو سے محروم ہونے کی وعید بھی سنائی

آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کے ادوار تو ان کے عدل وانصاف کی کی روشن مثال ہیں کہ کیسے غیر مسلمان بھی اپنا حق لینے اور انصاف کے لیے امیر کے خلاف تک عدالت میں جایا کرتے تھے اور ان کی بات سنی جاتی تھی اور غیر مسلموں کے حکام بھی ان کی ملت کے ہوتے تھے مشہور عالم سید ابو الاعلیٰ کے نزدیک جو بھی مسلم یا غیر مسلم کسی بھی جرم کا ارتکاب کرے تو ان دونوں کے لیے قانون یکساں ہو گا مثلاً آج بھی سوڈان میں غیر مسلم اکثریت والے علاقوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ و(personal law) کی طرح اپنے لیے اسلامی قانون سے ہٹ کر منتخب کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے دور حکمرانی میں انصاف کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمرؓ کے دور میں تو تصحیح اور مرافعہ کا ایک ادارہ بن گیا تھا اور حج کے موقع پر حضرت عمرؓ والیوں اور حکام کے خلاف دعوے اور مقدمے خود سنا کرتے تھے اور بڑی سختی سے حل کیا کرتے تھے۔ انصاف رسانی کے لیے بہت سی احادیث اور عہد نبوی کی مثالیں ہیں جو ثبوت، قسم اور گواہی کی جانچ پڑتال سے متعلق رہنمائی کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کی قاضیوں کو لکھی گئی ہدایات بھی محفوظ ملتی ہیں خصوصاً حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو بصرہ کا جب والی بنایا تو وہ ہدایات آج بھی حکام عدالت کے لیے دستور بن سکتی ہیں وہ 'كتاب سياسة القضاء والتدبير الحكم" کے نام سے مشہور ہے۔

انگریزی قانون کے تحت کسی بادشاہ کی غلطی پر بھی اس کے خلاف مقدمہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اسلام میں اس کے برعکس خود رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین، بنو امیہ اور عباسی خلافت میں بھی مثالیں ملتی ہیں کہ انہوں نے اپنے خلاف بھی مقدمات سنے اور جواب دہی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔[31] اسلامی تصور عدل کی وضاحت کے لیے یہ آیات کمال کا درجہ رکھتی ہیں جن میں اللہ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"[32]

"(مسلمانو) اللہ حکم دیتا ہے کہ (ہر معاملہ میں) انصاف کرو"

[30] النساء:۵۸

[31] محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص۱۷۶

[32] النحل:۹۰

اسلامی ریاست میں عدل قائم کرنا ہر شہری کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ "[33]

"اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار ہو (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے"

مسلمانوں کے غیر مسلموں سے حسن سلوک اور انصاف کی وجہ سے بہت آسانی سے مسلمانوں کو ان اقلیتوں کی تائید ملتی رہی ہے جن پر ظلم وستم ہوتا تھا اور اس بات کا اقرار خود عیسائی پادری بھی کرتے ہیں کہ ان کو مسلمانوں کی حکومت میں دینی تحفظ، عدل اور عبادت گاہوں کا تقدس حاصل ہوتا رہا ہے[34] ابتدا میں رسول ﷺ غیر مسلموں کے یہ کام خود انجام دیتے تھے پھر اس کے لیے آپ ﷺ نے قاضی مقرر کیے راست قانون سازی کے لیے فقیہ، مجتہد اور قاضی کے عہدے معروف ہوئے بلکہ صوبہ کے گورنر کو ہی قاضی اور محتسب کا کام بھی دیا جاتا رہا ہے اور ان کی باقاعدہ نگرانی کی جاتی تھی۔ اس بارے میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو کی جانے والی نصیحتیں قانون کی نگاہ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں[35]

۴۔ غیر مسلموں کے حقوق:

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو "اہل ذمہ" کے طور پر جانا جاتا ہے ان کی حیثیت چند استثناءات کی وجہ سے مسلمانوں سے تھوڑی مختلف سمجھی جاتی ہے، ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں:

"میثاقِ مدینہ دنیا کا پہلا تحریری شہری معاہدہ ہے جو غیر مسلموں کو بھی شہریت دیتا ہے"[36]

یعنی ان کے حقوق اور فرائض مسلمانوں والے ہی ہوتے ہیں چاہے وہ دیار اسلام میں پیدا ہوئے ہوں یا کسی دوسرے ملک سے وہاں آئے ہوں ان کو وہاں کی شہریت دی جاتی ہے ور ان کے ساتھ بھی مساوات کا معاملہ کیا جاتا ہے سوائے عقائد کے معاملات کے۔ آج کے معاہدین سے مراد جیسے پاکستان یا مصر کی غیر مسلم اقلیتیں جو اس کے آئین کے تحت باقاعدہ شہری اور رجسٹرڈ ووٹر ہیں۔ اور اپنے ملک کے آئین و قانون کو اس کی مسلم اکثریت کی طرح تسلیم کرتے ہیں یہ سب معاہد ہیں گو کہ آج کے دور میں یہ اصطلاح استعمال نہیں کی جاتی[37]

آپ ﷺ نے میثاق مدینہ میں ریاستِ مدینہ کے تمام شہریوں کو "امت واحدہ" قرار دیا ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اور باقاعدہ سیاسی لحاظ سے یہود مدینہ کی ریاست کے شہری تصور کیے گئے سوائے اس بات کے کوئی قریش مکہ کو پناہ دے اس کے ساتھ ان کی تشفی کے لیے یہ بھی طے کیا گیا کہ سزاؤں کے قوانین مسلم، غیر مسلم سب پر ان کی اپنی اپنی شریعت کے مطابق لاگو ہوں گے[38]

اسی بات کو مسلم ممالک اپنے آئین میں بھی شامل کرتے ہیں جیسے ترکی کے آرٹیکل میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

---

[33] المائدہ:۸

[34] یوسف القرضاوی، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق فرائض (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۱) ص ۳۸

[35] محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۱۵۹

[36] Hamidullah, The first constitution in the world، Lahore: sh. Muhammad ashraf,1975) p.20

[37] https://www.azhar.eg/observer-urdu

[38] الولو المکنون، سیرت انسائکلوپیڈیا: ص ۹۶

"All individuals are equal without any discrimination before the law, irrespective of language, race, color, sex, political opinion, philosophical belief, religion and sect or any such considerations[39]-

دین اسلام امن کا دین ہے وہ کسی بھی صورت میں غیر انسانی سلوک کی اجازت نہیں دیتا کہ اکثریت میں آکر اقلیت کے وجود کو ختم کردے یا ان کے حقوق سلب کیا جائے جیسا کہ آج کے سیکولر نظام میں ہے کہ اپنے مفادات کے لیے جس کا چاہیں حق مار کر اپنی اجارہ داری قائم کر لیں۔اور خصوصاً اس نظام میں جیسے مہاجرین کے حقوق غصب کیے جاتے ہیں اور کسی کو تقدس حاصل نہیں ہے

سیرت طیبہ سے بھی یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کو تمام شہری اور مذہبی حقوق برابر دیے تھے[40] ان کو اپنے تشخصات کے دفاع کی مکمل اجازت دی جاتی تھی کیوں کہ دین اسلام تو ان غیر مسلموں سے بھی مؤلفۃ القلوب کا معاملہ کرنے کو کہتا ہے تاکہ اسلام کی اخلاقیات اور بہترین طریقے سے متاثر ہو کر وہ اسلام لے آئیں اس بات کا ایک ادنیٰ سا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے:

" إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، فَأَتَى قَوْمَهُ، فَقَالَ: «يَا قَوْمِ، أَسْلِمُوا، فَوَاللهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ». فَقَالَ أَنَسٌ: إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إِلَّا الدُّنْيَا، فَمَا يُسْلِمُ حَتَّى يَكُونَ الْإِسْلَامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا[41] "

"ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اور کچھ عطا کرنے کا سوال کیا) تو آپ نے اسے دو پہاڑیوں کے درمیان موجود (تمام) بکریاں دینے کا حکم فرمایا وہ شخص اپنی قوم کے پاس واپس پہنچا تو کہنے لگا (لوگو) مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس شخص کی طرح (دل کھول کر) عطا کرتے ہیں جسے فقر و فاقہ کا ڈر نہیں ہوتا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک کوئی آدمی صرف دنیا کی طلب میں بھی مسلمان ہو جاتا تھا، پھر جونہی وہ اسلام لاتا تھا تو اسلام اسے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بڑھ کر محبوب ہو جاتا تھا"

۵۔اقلیتوں کو مذہبی آزادی:

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو وہاں کی شہریت دیتے ہوئے ان میں بھی کسی نسلی امتیاز کو نہیں دیکھا جاتا ان کو بھی فکری آزادی ہے، اسی لیے دین کو قبول کرنے کے لیے بھی جبر کی اجازت نہیں ہے جب تک کہ وہ خود اس کو نہ تسلیم کر لیں اور اگر وہ اپنے دین پر عمل کرنا چاہیں یا اپنے تہوار منانا چاہیں تو ان کو نہ روکا جائے۔ اسلامی ریاست میں ان کو اپنے مذہب پر عمل کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے ان کو اپنے پرسنل لاء کے مطابق فیصلے کرنے کا حق حاصل تھا وہ قرآن، حدیث یا فقہ کا مطالعہ کرنے سے کسی طور منع نہیں کیے جا سکتے تھے۔ ان کی زندگی، حیثیت، اور حتیٰ کہ وفات کے بعد ان کی قبروں کا احترام بھی حاصل تھا آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو جو خط لکھا تھا اس میں بھی ان کو مذہبی آزادی دی گئی تھی[42]

علامہ مودودی تو اس سے بڑھ کر بھی آزادی کے قائل ہیں کہ قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے وہ سیاسی معاملات میں بھی اپنا مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں جو شریعت سے نہ ٹکراتا ہو یہاں تک کہ وہ صدر مملکت پر تنقید بھی کر سکتے ہیں مگر ان کو اس کے لیے کسی منفی سرگرمی کی اجازت نہیں ہے۔

ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب "The preaching of Islam" میں لکھتے ہیں:

---

[39] Article 10- Equality before the Law

[40] محمد تقی عثمانی، اسلام اور ریاست https://www.madarisweb.com/ur/articles/4030

[41] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائہ ﷺ، ح:۶۰۲۱

[42] اسلام میں اقلیتوں کے حقوق منگل,28جولائی,2020، https://www.azhar.eg/observer-urdu

"کوئی مذہب اسلام کی طرح صلح کل اور روادار نہیں ملے گا جس نے اس طرح مذہبی آزادی دی ہو۔ رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا ایک دستور العمل رہا ہے"[43]

آپ ﷺ نے ۶۲۷ء میں کوہ سینا سے متصل عبادت گاہوں میں راہبوں اور تمام عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی اور ان کو وسیع حقوق دیے اور مسلمانوں کو ہدایات دیں کہ ان پر بے جا ٹیکس نہ لگایا جائے ان کو گرجاگھروں خانقاہوں، اپنی حدود سے نہ نکالا جائے، نہ ہی مساجد بنانے کے لیے ان کے گرجاگھروں کو گرایا جائے اور نہ ہے انکو مذہب بدلنے پر مجبور کیا جائے جب مسلمانوں نے پہلی بار بیت المقدس فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے ان ہی احکام پر مشتمل غیر مسلم باشندوں کو باقاعدہ ایک امان نامہ لکھ کر دیا تھا[44] اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے بہت سے واقعات اقلیتوں سے حسن سلوک اور رواداری کا ثبوت دیتے ہیں

۶۔ کسب معاش کی آزادی اور مالی حقوق:

اسلامی ریاست میں ہر شہری کو جان مال اور عزت کا مکمل تحفظ حاصل ہوتا ہے، چاہے وہ غیر مسلم ہی ہو فرق صرف یہ ہے کہ ان سے اس کے بدلے جزیہ لیا جاتا ہے اگر اسلامی ریاست ان کو یہ تحفظ نہ دے تو ان کو جزیہ لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ غیر مسلموں سے زبردستی مال لینا منع ہے بلکہ معاہدین کے مال کی حفاظت کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

" أَلَالا تَحِلَّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا " [45]

" خبردار! جو کافر تم سے عہد کر لیں ان کے اموال تمہارے لیے جائز نہیں ہیں سوائے ان کے جو جائز طریقے سے ہوں۔"

اسلام میں اہل ذمہ کو معاش کا پورا حق دیا جاتا ہے یعنی ان کی اہلیت کی بنیاد پر ان کو سرکاری نوکریاں اور عہدے بھی دیے جاتے ہیں سوائے ان کاموں کے جو دین سے متعلق ہوں جیسے ملک کی امامت اور دوسرا فوج کی سربراہی یا جسے آج کی زبان میں وزارت عظمیٰ اور خلافت عامہ کہا جاتا ہے علامہ مودودی مجلس شوریٰ میں ان کی مداخلت کے قائل نہیں کہ اس کی بنیاد اسلام پر ہوتی ہے اسلامی تاریخ میں غیر مسلموں کو مختلف عہدے دیے جانے کی مثال بھی ملتی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ کو سفیر بنا کر حبشہ بھیجا تھا، آپ ﷺ کے سفر ہجرت میں عبد اللہ بن اریقط جو اہل قریش کے دین پر تھا مگر قابل اعتماد تھا اور راستوں کا ماہر تھا تو اس سے اجرت طے کر کے ساتھ رکھا گیا[46]

اس کے علاوہ بعض مشرکین کو جاسوسی مہم پر روانہ کیا تھا، کچھ کو پڑھانے لکھانے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ عباسی دور میں کئی بار نصر بن ہارون اور عیسیٰ بن نسطورس وزیر بنائے گئے حتیٰ کہ انہوں نے حدود سے تجاوز بھی کیا اور مسلمانوں کو نقصان بھی پہنچائے عباسی حکومت کے زوال کے اسباب میں یہ بھی ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے حساس معاملات میں بھی بڑے عہدوں پر اہل کتاب کو بٹھا رکھا تھا[47]

اس بات کا اقرار خود ان کے مؤرخین بھی کرتے ہیں کہ اسلامی دور حکومت میں ان کو معاش کی مکمل آزادی حاصل تھی[48]

---

43 Arnal T.W., (Lahore: Daw ʻat-e-Islam, Endowment Department Punjab, 1972) p:398

44 طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک (بیروت: المعارف) ج۵، ص ۲۴۰۵

45 ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (دمشق: دار الطباعۃ، ۱۴۲۱ھ)، کتاب الاطعمۃ، باب النھی عن أکل السباع، ح: ۳۸۰

46 مبارکپوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبہ السلفیہ ۱۹۹۵) ص ۲۳۲

47 یوسف القرضاوی، مترجم قیصر شہزاد، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی ۲۰۱۱ء)، ص ۲۹، ۲۸

48 "حوالہ بالا" ص ۲۷

اسلامی ریاست میں مسلمانوں کی طرح اہل ذمہ کو خرید و فروخت، ملکیت کا حق حاصل ہے اور ان کے مال بھی قابل احترام ہوں گے بیت المال میں بھی ان کا حق ہے کیوں کہ اس میں جزیہ، خراج، عشر، غصب اور بے شناخت مال بھی ہوتا ہے باقی مسلمان عوام کی طرح ان کو بھی عمومی سہولیات فراہم کی جائیں بلکہ ان کا معاش ناکافی ہو رہا ہو یا وہ بوڑھے ہوں معاش کے قابل نہ رہیں تو ان کی مالی کفالت بھی حکومت کی ذمہ داری ہے ۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے محتاج غیر مسلموں سے جزیہ ساقط کر دیا تھا[49] ان کو اسلامی ریاست میں جان، مال اور عزت کی حفاظت کے بدلے جزیہ ادا کرنا ہوتا ہے مگر اسلام کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا اگر کوئی تنگ دستی کی صورت میں جزیہ نہ دے سکیں تو اس کو معاف کر دینے کا حکم ہے[50]

کچھ آئمہ توزکوۃ کے مال پر ان کے حق کو تسلیم کرتے ہیں جیسے علامہ یوسف القرضاوی نے توان کو زکوۃ دینے کا بھی کہا ہے تاکہ وہ معاشرہ میں سماجی کفالت سے استفادہ حاصل کر سکیں کیوں کہ جس جگہ اقلیتوں کے حقوق کی پامالی ہونے لگے تو اکثریت کے تحفظات کو بھی خطرہ لاحق رہتا ہے[51]
آپ ﷺ کی سیرت سے بھی ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی گھرانے کو صدقہ دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔[52]

اسلامی نقطۂ نظر سے شہریت صرف قانونی نہیں بلکہ اخلاقی اور سماجی معاہدہ بھی ہے، جو انصاف، مساوات، اور وفاداری پر مبنی ہوتا ہے اسلامی تصورِ شہریت میں دین، اخلاق اور عدل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جبکہ جدید تصور شہریت قانونی اور قومی شناخت پر زور دیتا ہے۔ دونوں میں فرد اور ریاست کے تعلق کی اہمیت مشترک ہے، مگر زاویہ مختلف ہے۔ قانونِ شہریت کا اسلامی تصور فرد اور ریاست کے درمیان باہمی ذمہ داریوں، حقوق، اور فرائض پر مبنی ہے، جو قرآن وسنت کی روشنی میں عدل، مساوات اور خیر خواہی کو فروغ دیتا ہے کیوں کہ اسلامی ریاست میں شہریوں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، کے جان، مال، مذہب اور عزت کے تحفظ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لیے ایسی صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا کے سامنے ایک ایسا فکری اور عملی نمونہ پیش کیا جائے جو محض قانونی ضوابط تک محدود نہ ہو بلکہ انسانی احترام، مساوات اور عدل کے اصولوں پر مبنی ہو، اور یہ رہنمائی اسلامی تعلیمات سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

جدید دور میں جو شہریت کا تصور ملتا ہے وو فرد اور ریاست کے آپس کے تعلقات کو واضح کرتا ہے۔ ایک شخص کو وہاں رہنے کے لیے چند ذمہ داریاں ادا کرنی پڑتی ہیں تو وہ اپنے حقوق حاصل کر سکتا ہے۔ جدید دور میں شہریت کا ارتقاء یورپ کی قومی ریاستوں کے قیام کے ساتھ سامنے آیا، جہاں مذہب سے زیادہ ریاستی سرحدوں اور آئینی قوانین نے فرد اور ریاست کے تعلق کو متعین کیا۔ اس ارتقاء کو سمجھے بغیر اسلامی اور جدید قوانین میں شہریت کے اصولوں کا تقابل ممکن نہیں اسلامی شہریت اور جدید شہریت دونوں کے درمیان چند بنیادی مماثلتیں اور اختلافات پائے جاتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

اسلامی شہریت اور جدید شہریت میں اختلافات:

---

[49] یوسف القرضاوی، مترجم قیصر شہزاد، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض، ص ۵۲

[50] ابو الحسن علی الماوردی، الاحکام السلطانیۃ (قاہرہ: مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۷۳)ص ۱۴۵

[51] یوسف القرضاوی، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض، ص ۶۹

[52] ”حوالہ بالا“، ص ۶۹

اسلامی تصور میں شہریت کی بنیادی عنصر ایمان اور مذہب ہے یعنی، ریاست میں شامل افراد کی شہریت کا تعلق ان کے دین اور اسلامی نظام کے ساتھ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو ریاست میں مکمل شہری حقوق حاصل ہوتے ہیں، جبکہ غیر مسلم (ذمی یا مستامن) کو مخصوص حقوق و فرائض دیے جاتے ہیں، جن کی حدیں شریعت اور معاہدے کے تحت متعین ہیں۔ اسلامی شہریت میں عدالت اور تحفظ سب کے لیے اہم ہے، لیکن شہری حیثیت میں فرق مذہبی بنیاد پر موجود ہے۔

اس کے برعکس، جدید دور میں شہریت کی بنیاد سرزمین اور آئین ہے۔ ہر شخص جو کسی ملک کی سرزمین پر رہتا ہے اور قانون کے مطابق شہریت حاصل کرتا ہے، اسے مکمل شہری حقوق حاصل ہوتے ہیں، چاہے اس کا مذہب، نسل یا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ جدید شہریت کے اصول مساوات، آزادی اور غیر امتیازی حقوق پر قائم ہیں، جبکہ اسلامی شہریت میں دین اور شریعت کی حدود کے مطابق حقوق و فرائض طے پاتے ہیں

اسلامی شہریت اور جدید شہریت میں مماثلتیں:

جدید دور میں مغربی ممالک میں ریاست مدینہ کو سامنے رکھ کر ٹاؤن پلاننگ کی جاتی ہے جس میں رہائشی انتظامات، صاف پانی کی فراہمی، مارکیٹوں اور سڑکوں کی تعمیر، گندگی کی رکاوٹوں کو دور کرنا، درخت لگانا، غیر ضروری ذاتی تعمیرات اور تجاوزات، تعلیم، علاج، کھیلوں کا اہتمام کروانا، وبائی بیماریوں کا علاج کرانا، اور پھر ان کاموں کا احتساب یہ سب جدید اور اسلامی ریاست میں مشترک ہے[53] اور ان تمام حقوق کی پاکستان کا قانون شہریت بھی اس کی تائید کرتا ہے[54] اس کے علاوہ دونوں طریقوں میں شہری کو ریاستی نظم کا لازمی حصہ تصور کیا گیا ہے، ہر شہری پر ریاست کی اطاعت اور دفاع کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ شہری کو بنیادی حقوق جیسے عدل، تحفظ اور جان و مال کی حفاظت حاصل ہے۔

نتائج:

اسلامی ریاست میں جن کو بھی حق شہریت دیا جاتا ہے ان کو معاشی آزادی، نوکریاں اور عہدے بھی دیے جاتے ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کے اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک، عدل و انصاف، اخلاق اور حسن معاملات نے ان کے لیے اسلام کی طرف رغبت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

اسلامی شہریت کی بنیاد ایمان اور دار الاسلام کی رعایا ہونے پر قائم ہے، جس میں شہریوں کو مسلم اور ذمی (غیر مسلم) کے دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے مسلمانوں پر ریاست کے پورے نظام کو اٹھانے اور اس کے دفاع کی ذمہ داری ہوتی ہے جبکہ ذمی شہریوں کو ان کے مذہب، کلچر، جان، مال اور آبرو کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے اور وہ دفاعی ذمہ داریوں سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جدید شہریت کی اساس ایمان کے بجائے سرزمین اور آئین پر استوار ہے، جہاں مذہب، نسل یا عقیدے کے فرق کے بغیر تمام افراد ریاست کے برابر کے شہری تصور کیے جاتے ہیں اور سب کو یکساں انسانی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ تاہم، عدل و انصاف کی فراہمی، انسانی وقار کی تکریم اور جان و مال کے تحفظ جیسے بنیادی مقاصد میں دونوں نظاموں میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے، جس کی اولین اور مستند تاریخی مثال میثاقِ مدینہ کی صورت میں ملتی ہے جس نے کثیر المذہبی معاشرے میں برابری، مشترکہ شہریت اور پرامن بقائے باہمی کے اصول وضع کیے تھے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے یہودیوں اور دیگر قبائل کو مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی امت (قوم) قرار دیا۔ آپ نے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے مقام، حیثیت اور ان کے حقوق و فرائض کو متعین کیا، روایتی طور پر اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو 'ذمی' کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی پناہ اور حفاظت میں ہیں ان کے بھی حقوق کو اسلام تسلیم کرتا ہے یا کہ اسلام کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ "دین میں کوئی جبر نہیں ہے"۔ کسی بھی غیر

---

[53] عہد نبوی کا شہری نظام از اسد اللہ شہیدی

[54] file:///C:/Users/HP/Desktop/THE%20PAKISTAN%20CITIZENSHIP%20ACT,%201951.doc.pdf

مسلم کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، اپنی عبادت گاہیں برقرار رکھنے اور اپنے پرسنل لاء کے مطابق فیصلے کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔

نتائج:

اس بحث سے نکلنے والے نتائج درج ذیل ہیں:

ا۔ اسلامی شہریت کی بنیاد 'ایمان' اور جدید شہریت کی بنیاد 'سرزمین' ہے، لیکن دونوں نظاموں کا حتمی مقصد عدل و انصاف کی فراہمی، انسانی وقار کی تکریم اور جان و مال کا تحفظ ہے

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضع کردہ میثاقِ مدینہ تاریخ کی پہلی تحریری دستاویز ہے جس نے ثابت کیا کہ اسلام ایک کثیر المذہبی معاشرے میں 'مشترکہ سیاسی قومیت' اور 'ریاستی وفاداری' کی بنیاد پر پرامن بقائے باہمی کا حامی ہے۔

۳۔ اسلامی نظام میں غیر مسلموں (ذمیوں) کو نہ صرف جان و مال کا تحفظ حاصل ہے، بلکہ "دین میں کوئی جبر نہیں" کے اصول کے تحت انہیں اپنے عقائد پر عمل کرنے اور اپنے پرسنل لاء کے مطابق فیصلے کرنے کی مکمل خود مختاری حاصل ہے۔

۴۔ اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق (تحفظِ جان، مال، اور مذہب) جدید انسانی حقوق کے چارٹر سے ہم آہنگ ہیں اور بہت سے معاملات میں اسلام نے صدیوں پہلے ان حقوق کی ضمانت دی تھی۔

۵۔ اسلامی قانون شہریت میں یکساں سلوک اور عدل و انصاف کی خصوصیت اقلیتوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے

تجاویز: (Recommendations)

ا۔ معاشرے میں بڑھتی ہوئی عدم برداشت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان تاریخ کے بجائے مستقبل کی تعمیر اور مشترکہ اقدار پر مبنی مکالمے (Interfaith Dialogue) کو فروغ دیا جائے

۲۔ دورِ حاضر کے علمائے کرام اور قانون سازوں کو چاہیے کہ وہ روایتی 'ذمہ' کے تصور کو جدید 'مواطنہ' (برابری کی شہریت) کے تناظر میں دوبارہ واضح کریں تاکہ غیر مسلم شہریوں میں ریاست کے ساتھ تعلق اور احساسِ برابری مزید مستحکم ہو

۳۔ تعلیمی نصاب میں میثاقِ مدینہ اور اسلام کی رواداری تاریخ کو شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل اقلیتوں کے حقوق اور ان کے انسانی وقار کے حوالے سے غلط فہمیوں کا شکار نہ ہو

۴۔۔ موجودہ nation state کے نظریہ شہریت پر کلاسیکل دور اور عصر حاضر کے فقہاء کی آراء پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ multicultural society میں مساوات پر مبنی ضابطے تشکیل دیے جا سکتے ہیں۔